سلسلۂ اشاعت سید العلماء اکادمی - ۲

# شہید انسانیت

مصنفہ:

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا

السید علی نقی النقوی مجتہد

طاب ثراہ

○ نام کتاب : شہید انسانیت
○ مصنف : آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولینا السید علی نقی النقوی طاب ثراہ
○ تعداد اشاعت : ایک ہزار
○ [illegible] اشاعت : (تیسرا ایڈیشن) محرم ۱۴۰۹ھ - اگست ۱۹۸۸ء
○ طباعت : ہندستان پرنٹنگ پریس لکھنؤ
○ [illegible] طاہر۔ ڈیزائن ہاؤس خریجی، دہلی
○ نا[illegible] سید العلماء اکادمی (الہند)
پینتیس ۳۵ روپے



سید العلماء اکادمی (الہند)

صدر دفتر :-
آرام گاہ سید العلماء۔ عبدالعزیز روڈ
لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳ یوپی (انڈیا)

شاخ :
نیشنل کالونی۔ امیر نشان
علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱ یوپی (انڈیا)

لگانا ہی نہیں جاتا۔ تو اُس تکلیف کو دور کرتا اور اُس کا تدارک کرتا ہے۔ یقیناً تو ہی ہر نعمت کا مالک اور احسان کا مرکز اور ہر مطلب کے لیے آخری جائے پناہ ہے۔" (۱)

اس کے بعد آپ نے اپنے چھوٹے سے لشکر کو ترتیب دیا۔ میمنہ پہ زہیر بن قین میسرہ پہ حبیب بن مظاہر اور علمدار عباس بن علی قرار دیے گیے۔ (۲)

چونکہ امام حسینؑ کی جد و جہد کا مقصد یہ تھا کہ دین و آئین شریعت کی حقانیت کو ظاہر کرتے ہوئے اپنے دشمن کی سیرت و کردار کے متعلق دنیا کے سامنے اس حقیقت کو ثابت کر دیں کہ انُہیں اسلام سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے لیے ضرورت تھی کہ ایک تو آپ کے کردار میں کوئی ایسا شائبہ بھی نہ آنے پائے جو آپ کے خلاف تشدد کے جواز کی دلیل بن سکے۔ اسی لئے آپ نے مصالحت کی گفتگوئیں کیں۔ ملک عرب کو چھوڑنے اور در بدری کی زندگی بسر کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور اسباب اشتعال پیدا کیے جانے کے باوجود بھی اپنے ساتھیوں کو جنگ میں سبقت سے روکے رکھا۔ اور لڑائی کی مکمل تیاری ہو چکنے کے بعد بھی اپنی طرف سے پہل نہ ہونے دی چنانچہ صبح عاشورا بھی جب خیام امام کے ساتھ خندق میں آگ بھڑک رہی تھی تو اُدھر کا ایک سوار سر سے پیر تک لوہے میں غرق اس طرف سے گذرا اور اس خندق کی آگ کو شعلہ ور دیکھ کر ایک انتہائی اشتعال انگیز جملہ کہا ——— معلوم ہوا کہ شمر بن ذی الجوشن ہے۔ مسلم بن عوسجہ نے امام سے عرض

---

(۱) طبری ج ۶ صـ ۲۴۱ ارشاد صـ ۲۴۶

(۲) طبری ج ۶ صـ ۲۴۱ ارشاد صـ ۲۴۶ الاخبار الطوال صـ ۲۵۳۔

کہا کہ اجازت ہو تو اس کو تیر کا نشانہ بنا لوں کیونکہ یہ بڑا فاسق و فاجر شخص ہے اور اس وقت بالکل تیر کی زد پر ہے۔ حضرت نے فرمایا "نہیں ایسا نہ کرو۔ میں جنگ میں پہل نہیں کرنا چاہتا۔" (۱)

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ایک تیر جو اس وقت کمان سے رہا ہو جاتا تو نوعیت جنگ کو تبدیل کر دیتا ـــــــ امام نے اس کا سختی کے ساتھ لحاظ رکھا۔

دوسرے اس کی ضرورت تھی کہ آپ کے خلاف دشمنوں کے طرز عمل میں تاویل کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔ سب سے بڑی تاویل کسی ناروا عمل کے متعلق اس کا بے خبری اور ناواقفیت پر محمول کیا جاتا ہے۔ بنی امیہ نے اپنے حدود مملکت میں یہ پروپگنڈا کیا تھا کہ پیغمبر اسلام نے اپنے بعد کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور ہم اُن کے وارث جائز ہیں۔ اس کے لیے ضرورت تھی کہ امام حسینؑ اپنے نام و نسب اور خاندانی خصوصیات نیز اپنے بارے میں اسلامی روایات کو فوج مخالف پر اس طرح واضح کر دیں کہ اُن میں سے کسی ایک فرد کے لیے بھی ناواقفیت کے عذر کی گنجائش باقی نہ رہ جائے اور آپ کے خلاف جو ظلم ہو رہا ہے اُس کے جرم کی اہمیت ہر ایک پر بالکل روشن ہو جائے تاکہ ان میں سے ہر ایک نہ خود اپنے نفس کو دھوکا دے سکے۔ اور نہ دوسروں کو اُن کی نسبت کسی "حُسنِ ظن" یا "حمل بر صحت" کا راستہ مل سکے۔

امام حسینؑ دیکھ چکے تھے کہ ان کے پہلے اُن کے والد بزرگوار حضرت علیؑ کا مقابلہ کیا گیا اور اس مقابلہ کو "خطائے اجتہادی" کا پردہ ڈال کر قابل معافی سمجھ لیا گیا۔ حسینؑ کے خلاف تلوار اٹھانے والوں کے عمل میں اگر کہیں سے اس طرح کی گنجائش ہوتی تو سادہ لوح افراد یا ہوا خواہان بنی اُمیہ اُس سے فائدہ اٹھانے سے چوکتے تھوڑے ہی اور اس سے مقصد اور مفاد دینی کو سخت نقصان پہنچ جاتا۔ اسی سے تحفظ کے لیے امام حسینؑ نے وہ سب کچھ کیا جسے اتمام

حجّت" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کے بعد دشمن کے "اصرار گناہ" یا باطل پر ضد کی حیثیت اتنی نمایاں ہو گئی کہ کسی تاویل یا حمایت کا موقع باقی نہ رہا۔

تاریخی بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ صبح عاشور دونوں طرف کی صف بندی ہو چکنے کے بعد کافی وقت تک آغاز جنگ نہیں ہوا۔ اس کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ دشمن اس کا موقع ڈھونڈھ رہا تھا کہ کسی صورت سے حسینی جماعت کی طرف سے کوئی ایسا اقدام ہو جو بنائے جنگ بن سکے اور امام حسینؑ کا منشاء یہ تھا کہ میری طرف سے آغاز جنگ ہونے نہ پائے بلکہ اس کے برخلاف آپ نے دشمن کو راہ راست پر لانے کی پر امن کوشش کر کے چاہا کہ اتمام حجّت فرما دیا اس لیے آپ نے ناقہ طلب فرمایا اور اس پر سوار ہوئے۔ قرآن اپنے سامنے رکھا۔(۱)

پھر صفوف دشمن کے قریب آ کر بلند آواز سے ارشاد فرمایا "اے گروہ مردم میری بات سنو! جلدی سے کام نہ لو۔ یہاں تک کہ مجھ پر جو تمھارا حق ہے اس کے بابت تم کو نصیحت و ہدایت کا فرض ادا کر دوں اور تمھارے سامنے یہ حقیقت حال بیان کر دوں کہ میں تمھاری جانب کیوں آیا۔ اگر تم نے میرے بیان کو صحیح سمجھتے ہوئے تسلیم کر لیا اور میرے ساتھ انصاف سے کام لیا تو یہ تمھاری خوش قسمتی ہو گی اور تمھیں معلوم ہو گا کہ تمھیں میری مخالفت کی کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی اور اگر تم نے میرے بیان کو قبول نہ کیا اور انصاف سے کام نہ لیا تو شوق سے مجتمع کر لو اپنی طاقتوں کو اور اکٹھا کر لو جس جس کو چاہو اپنے ہم خیالوں میں سے اور کوئی کوشش اٹھا نہ رکھو۔ پھر پوری طاقت سے بغیر ایک دم کی بھی مہلت دئے ہوئے میرا خاتمہ کر دو۔ میرے لیے وہ پروردگار کافی ہے۔

---

(۱) طبری ج ۶ ص ۲۴۱۔

جس نے قرآن کو نازل کیا اور وہی اپنے نیک اعمال بندوں کا مددگار ہے۔" امام حسینؑ کی آواز خیمہ میں پہنچنا تھی کہ اہلِ حرم میں گریہ و بکا کا شور بلند ہوا۔ حضرت نے جناب عباسؑ و علی اکبرؑ کو بھیجا کہ انھیں خاموش کرو۔ رونے کا وقت بعد کو آئے گا۔ جب آواز گریہ کی موقوف ہوگئی تو حضرت نے حمد الٰہی ادا فرمائی اور خدا کے اوصاف ذکر فرمائے پھر جناب رسالتمآبؐ پر درود بھیجا اور آنحضرتؐ کے اوصاف و فضائل دیر تک بیان فرماتے رہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حسینؑ کے پہلے اور حسینؑ کے بعد کوئی متکلم نہیں دیکھا جو فصاحت و بلاغت میں آپؑ سے بڑھا ہوا ہو حمد و صلوٰۃ ادا کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا "ذرا میرے نام و نسب پر غور کرو اور دیکھو تو میں کون ہوں پھر اپنے گریبانوں میں منھ ڈالو۔ غور کرو کہ تمہارے لیے میرے خون کا بہانا اور میری ہتک حرمت کرنا جائز ہے؟ کیا میں نہیں ہوں تمہارے نبی کا نواسا اور اُن کے وصی، اُن کے چچا زاد بھائی اور اُن پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور اُن کی تصدیق کرنے والے کا فرزند؟ کیا حمزہ سید الشہداء میرے باپ کے چچا اور جعفر طیار خود میرے ہی چچا نہیں تھے۔ کیا یہ حدیث جو زبان زدِ خلائق ہے تمہارے گوش زد نہیں ہوئی کہ حضرت رسول خداؐ نے میرے اور میرے بھائیؑ کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ دونوں جوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں؟ اگر تم میری بات کو سچ سمجھتے ہو اور حقیقۃً وہ سچ ہی ہے، اس لیے کہ کبھی میں نے غلط بات نہیں کہی، پھر تو کوئی بات نہیں اور اگر تم میری بات کو غلط سمجھو تو اسلامی دنیا میں ابھی ہیں ایسے اشخاص جن سے اگر تم پوچھو تو وہ بتلا دینگے۔ پوچھ لو جابر بن عبداللہ انصاری سے، ابو سعید خدری سے، سہل بن سعد ساعدی سے، زید

بن ارقم سے، انس بن مالک سے وہ تمہیں بتائیں گے کہ انھوں رسالتماب سے اپنے کانوں سے اس حدیث کو سنا ہے پھر کیا یہ تمہیں میری خونریزی سے روکنے کے لیے کافی نہیں ہے (۱) اس موقع پر شمر آپ کا کلام قطع کرتے ہوئے بول اٹھا کہ میں اللہ کی عبادت ایک حرف پر کرتا ہوں اگر میری سمجھ میں آتا ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو" (قرآن میں منافقین کی نسبت آیا ہے ومن الناس من یعبد اللہ علیٰ حرف لہذا اُس کا مقصود تھا کہ میں مسلمان نہیں، منافق ہوں اگر کچھ سمجھتا ہوں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں)

اصحاب خاموش کھڑے ہوئے امام کی تقریر سُن رہے تھے۔ انھیں شمر کی یہ بدتمیزی اور حضرت کے خطبہ میں مداخلت سخت ناگوار ہوئی۔ حبیب بن مظاہر نے پکار کر جواب دیا:"بخدا میں جانتا ہوں کہ تو خدا کی عبادت ستر حرفوں پر کرتا ہے۔ (یعنی انتہائی مکار اور عبادت کے معاملہ میں شریبی ہے۔) اور میں گواہی اس کی بھی دیتا ہوں کہ تو سچ کہتا ہے تیری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے۔" امام نے پھر سلسلۂ تقریر جاری فرمایا" اگر تمھیں اس حدیث کی صحت میں پھر بھی شک ہے تو کیا اس میں بھی شک ہے کہ میں تمھارے رسولؐ کا نواسا ہوں۔ خدا کی قسم مشرق و مغرب عالم میں کوئی بھی نبیؐ کا نواسا میرے سوا موجود نہیں ہے نہ تم میں اور نہ تمھارے سوا دوسرے اقوام میں اور میں تو خود تمھارے ہی نبیؐ کا نواسا ہوں۔ ذرا بتاؤ تو سہی کہ میرے قتل پر تم کس لیے آمادہ ہوئے ہو؟ کیا کسی اپنے مقتول کا قصاص لینا چاہتے ہو جسے میں نے قتل

---

(۱) طبری ج ۶ ص ۲۴۲۔

کر دیا ہو یا کسی اپنے مال کا مطالبہ رکھتے ہو جسے میں نے تلف کیا ہو یا کسی زخم کا بدلہ چاہتے ہو جو میرے ہاتھ سے کسی کو لگا ہو؟ ایک خاموشی سی چھائی رہی اور ان میں سے کسی سے کچھ جواب دیتے نہ بن پڑا۔ (۱) دیکھیے تو کہ ایک انسان ایک طرف اور ہزاروں زبانیں دوسری طرف۔ بے شک حق میں ایسی طاقت ہونا چاہئیے اور ایک انسان اپنی سچائی اور حسن عمل پر اتنا اعتماد رکھتا ہو۔ حسینؑ اس وقت جبکہ اپنا کوئی گواہ نہ تھا اور مجمع دشمن تھا۔ مجمع سے اپنی بے جرمی کا اقرار لے رہے تھے۔ تمام لشکر کو دعوت دی جا رہی تھی۔ کہ کوئی شخص کسی جرم کا پتہ دے دے۔ ہوتا کوئی جرم کسی کی نگاہ میں تو اس تیس ہزار کے مجمع میں کوئی زبان کھولتا۔ کیا دنیا کی کوئی مادی طاقت زبانوں کو روکنے والی تھی؟ مگر معلوم ہوتا ہے کہ سچائی کی طاقت تھی جو دہنوں پر قفل اور زبانوں پر گرہ لگائے ہوئے تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک یکہ و تنہا انسان ہزاروں آدمیوں کو مخاطب کر رہا تھا۔ اور کسی کو اُس کے خلاف زبان کشائی کی جرأت نہ تھی۔

فوج مخالف کے سکوت کو ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ نے نام بنام اُن لوگوں کو پکارا جن کے اس خط پر دستخط موجود تھے۔ اور یہ لوگ معمولی درجہ کے سپاہی بھی نہ تھے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک کم از کم ہزار پانچ سو آدمیوں کا سردار تھا۔ آپ نے فرمایا "اے شبث بن ربعی۔ اے حجار بن ابجر۔ اے قیس بن اشعث۔ اے یزید بن حارث کیا تم نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ کھیتیاں لہلہا رہی ہیں، چشمے پانی سے چھلک رہے ہیں۔ آیئے لشکر آپ کی مدد

---

(۱) طبری ج ۶ صـ ۲۴۳ ارشاد صـ ۲۴۸

کے نیچے تیار ہیں"(۱) اب معاملہ ان اشخاص کے لیے انتہائی نازک تھا۔ چار آدمیوں کی بابت نام لے لے کر یہ انکشاف کیا جا رہا تھا کہ انھوں نے بھی آپ کو خط بھیجا تھا۔ گویا یزیدی افواج اور ان کے سالار عمر سعد کے سامنے ان لوگوں کی سازش دورنگی اور حکومت سے ایک طرح کی بغاوت کا ثبوت مہیا کیا جا رہا تھا حالانکہ وہ کوفہ کے سربرآوردہ اشخاص تھے اور ابن زیاد کی طرف سے بڑے بڑے معزز عہدوں پر فائز تھے۔ اُنھوں نے تو وہ خط جیسا پہلے بتایا جا چکا ہے محض سازشی انداز میں ہوا کے رخ کو دیکھ کر لکھا تھا۔ اس خیال سے کہ حسینؑ کے نام اتنی کثرت سے خطوط جا رہے ہیں اور بلایا جا رہا ہے۔ اگر کہیں حسینؑ آگئے اور فضا ان کے موافق رہی تو ہمارے لیے بھی جگہ باقی رہنا چاہیے اس لیے انھوں نے یہ خط بھیجا تھا مگر اس وقت اتنے گواہوں کے سامنے اُن کی سازش منکشف ہو رہی تھی اور اندیشہ تھا کہ واقعہ کربلا کے بعد ابن زیاد کے ہاتھ سے ان لوگوں کا فیصلہ ہو جائے اور سلطنت بنی امیہ کی جانب سے راندہ بارگاہ قرار پا جائیں اس لیے بربنائے ضرورت ان کو اس موقع پر بے غیرتی کے ساتھ لوٹنا ناگزیر تھا۔ چنانچہ انھوں نے اپنی تحریر ہی سے انکار کیا اور کہا کہ ہم نے اس طرح کے خطوط نہیں لکھے تھے۔" امام نے فرمایا "اللہ اکبر! اتنا کھلا ہوا حقیقت سے انکار! تم نے لکھا تھا اور ضرور لکھا تھا اچھا اگر بفرض محال نہیں بھی لکھا تھا اور تم لوگ میرا آنا حقیقتہً نہیں بھی چاہتے تھے تو مجھے واپس چلا جانے دو کسی ایسی جگہ جہاں میں امن و امان کی زندگی گزار سکوں۔"

---

(۱) طبری ج ۶ ص ۲۴۳ ارشاد ص ۲۴۸

قیس بن اشعث نے (جس کی بہن جعد بنت اشعث نے حکومت شام کے ساتھ سازش میں شریک ہو کر امام حسنؑ کو زہر دیا تھا اور جس کا بھائی محمد بن اشعث حضرت مسلمؑ کے قتل کا ذمہ دار تھا) پکار کر کہا "آپ یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے؟" حضرت نے فرمایا "تم ایسا کیوں نہ کہو گے؟ تم محمد بن اشعث ہی کے تو بھائی ہو۔ کیا تم اسے کو کافی نہیں سمجھتے کہ مسلم بن عقیل کے خون کی ذمہ داری تم پر ہے۔ خدا کی قسم میں ذلت کے ساتھ اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہ دوں گا۔ اور نہ غلاموں کی طرح خطرہ سے اپنی جان بچا کر بھاگوں گا۔"

فوج مخالف کے متاثر ہونے کی پہلی ہی سے امید نہ تھی۔ اپنا فرض پورا کرنا تھا وہ پورا ہو گیا۔ حضرت نے ناقہ کو بٹھا دیا۔ اتر پڑے اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسے باندھ دیں۔ (۱)

---

چونکہ اصحاب حسینؑ آپ کے مقصد سے واقفیت حاصل کر چکے تھے اس لیے وہ بھی مسلک حسینی ہی کو پیش نظر رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور افواج یزیدؑ کی اکثریت عوام اہل کوفہ پر مشتمل تھی اس لیے کوفہ کے ممتاز افراد کی تقریر رسا کا ان پر کافی اثر ہو سکتا تھا۔ پھر ان میں بھی حبیب بن مظاہر وغیرہ جو ہمیشہ سے شیعۂ علی ہونے کی حیثیت سے مشہور تھے اور حضرت کو کوفہ کی جانب دعوت دینے والوں میں سے تھے ہوا خواہان بنی امیہ کے لیے ان کی تقریر ایسی موثر نہ ہو سکتی تھی جیسی زہیر بن قین کی جو کہ ابھی

---

(۱) طبری ج ۶ صفحہ ۲۴۳ ارشاد صفحہ ۲۲۸۔